پروفیسر حمید احمد خاں

خلیفہ صاحب کی علمی زندگی

۲۴ جنوری ۱۹۵۹ء کی شام کا ذکر ہے کہ وارث روڈ (لاہور) کے ایک پُرسکون مکان میں چند اہلِ علم اور کچھ اہلِ ذوق لوگ شام کے کھانے پر جمع تھے۔ مجمع مختصر تھا مگر منتخب، اور منتخب کیوں نہ ہوتا جب میزبان ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کے ڈائرکٹر جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم تھے۔ خلیفہ صاحب کے مہمان نام کو دعوتِ طعام پر مگر دراصل خلیفہ صاحب کے لطفِ کلام سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے یہاں پہنچے تھے۔ موضوعِ گفتگو اس قسم کے سوالات تھے کہ تصوف کیا ہے؟ تصوف اور دین میں کیا رشتہ ہے؟ سائنسی انکشافات کی روشنی میں تصوف کے واردات کی کیا حقیقت ہے؟ ..... یہ اور اس قسم کے اور بہت سے سوالات کیے گئے مگر اس خصوصیت کے ساتھ کہ ہر ایک سوال کا رُخ صاحبِ خانہ کی طرف تھا۔ خلیفہ صاحب نے ان مسائل پر روشنی ڈالنے کے لیے بڑی مبسوط، بڑی مدلل، بڑی حکیمانہ تقریر کی۔ پوچھنے والے اور سمجھانے والا دونوں فریق ایک استغراق کے عالم میں تھے۔ ایک گھنٹہ گزر گیا... ڈیڑھ گھنٹہ... ڈھائی گھنٹے... علم و فضل کا چشمہ اس طرح اُبل رہا تھا جیسے وقت کی رفتار معدوم اور مادی دنیا کے ہنگامے محض باطل ہیں اور حقیقی وجود ہے تو صرف علم کے نور کا۔ آدھی رات سے کچھ پہلے یہ محفل برخاست ہوئی تو ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے مہمان اب اُن سے نہیں خود اپنے آپ سے ایک سوال کر رہے تھے: کیا ایک ہزار برس پہلے عہدِ عباسیہ کے بغداد کے عمار اسی رنگ میں اپنی مجلسیں قائم نہیں کرتے تھے؟ کیا ڈھائی ہزار برس پہلے یونان کے فلسفی اپنی فراست کا فیضان اسی لہجے میں اہلِ ذوق کو نہیں پہنچاتے تھے؟ اور اس سوال کا جواب ہر شخص خود بخود اثبات میں دے رہا تھا۔ سچ یہ ہے کہ سات روز پہلے کی وہ شام خلیفہ صاحب کے ذہن کی بلندی اور گہرائی اور ان کی گفتگو کی روانی اور برجستگی رہ رہ کر خود اپنے آپ پر سبقت لے جا رہی تھی۔

اُس ہمیشہ یاد رہنے والی شام کو ابھی پورا ایک ہفتہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ دنیا کی بے ثباتی نے اعلان کیا کہ علم و حکمت کا آفتاب غروب ہو گیا۔ زندگی کی مضطرب لہر ایک دم ساحل سے لگ کر سو گئی۔ تبسم کی ہلکی سی لرزش ان ہونٹوں پر جم کر رہ گئی جو انسانی بات چیت کے لیے اب کبھی حرکت میں نہ آئیں گے ——— ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ۲۶ جنوری کو اسلام کے متعلق ایک علمی مذاکرے میں شرکت کے لیے لاہور سے کراچی روانہ ہوئے۔ کراچی پہنچ کر وہ حسبِ معمول ملاقاتوں، لطیفوں اور نکتہ سنجیوں میں گھرے رہے۔ اسی حالت میں ۳۰ جنوری کو دن کے ایک بجے انہیں دل میں کچھ گھبراہٹ سی معلوم ہوئی۔

اور سوا نیجے وہ تمام گھبراہٹوں کی آلائش سے پاک ہو کر صرف اپنے نفسِ مطمئنہ کو لیے ہوئے دار البقا میں جا پہنچے۔

خلیفہ عبدالحکیم خود اپنے قول کے مطابق ۱۸۹۴ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد خلیفہ عبدالرحمٰن پشمینے کے تاجر تھے اور اپنی اولاد میں خلیفہ عبدالحکیم کو ان کی ذہانت اور شوقِ مطالعہ کے باعث سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ عبدالحکیم شیراں والے دروازے کے اسلامیہ ہائی سکول میں داخل ہوئے۔ یہاں عمر کے بارھویں برس میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ اسی مدرسے سے ۱۹۱۱ء میں پنجاب یونیورسٹی کا میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اسی سال علی گڑھ جا کر ایف۔ اے میں داخل ہوئے۔ اس وقت تک انہیں تقریر کا بہت اچھا ملکہ حاصل ہو چکا تھا۔ ابھی سال اوّل میں تھے کہ ایم۔ اے۔ او کالج کے ایک تقریری مقابلے میں حصہ لیا۔ اس مقابلے میں بی۔ اے کے طلبہ بھی شامل تھے مگر خلیفہ عبدالحکیم کو پہلا انعام حاصل ہوا۔ ۱۹۱۳ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے ایف۔ اے کے امتحان میں کامیاب ہو کر دلی چلے گئے۔ اب انہیں فلسفے سے انتہائی شغف پیدا ہو چکا تھا اور فلسفے کا حسبِ دلخواہ استاد سینٹ اسٹیفنز کالج دلی میں تھا چنانچہ ۱۹۱۵ء میں سینٹ اسٹیفنز کالج سے پنجاب یونیورسٹی کا بی۔ اے اور بعد میں اسی کالج سے فلسفے میں ایم۔ اے کیا۔ ان کے ایم۔ اے کے ممتحنوں میں علامہ اقبال بھی ایک ممتحن تھے اور خلیفہ صاحب ہمیشہ اس بات پر فخر کرتے رہے کہ اس خاص پرچے میں انہوں نے اونچے نمبر پائے تھے۔

دلی سے ایم۔ اے کر کے خلیفہ عبدالحکیم لاہور چلے آئے۔ یہاں آکر انہوں نے ایل ایل۔ بی کی سند حاصل کی۔ مگر وکالت کا کام شروع نہیں کیا۔ کچھ عرصہ خواجہ احمد شاہ کے انگریزی اخبار "پنجاب آبزرور" کی ادارت سے منسلک رہے۔ ابھی وہ کسی مستقل کام کی تلاش ہی میں تھے کہ اگست ۱۹۱۹ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کالج قائم ہوا اور وہ اسی کالج میں فلسفے کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہو کر حیدر آباد دکن چلے گئے۔ اس کے بعد ان کی زندگی کا بہت بڑا حصہ وہیں گزرا۔ لیکن بیچ میں مختلف قسم کے وقفے بھی آتے رہے۔ سب سے پہلے وہ ۱۹۲۲ء میں یورپ گئے۔ یہاں انہوں نے فلسفۂ رومی پر تحقیقی کام کیا اور ہائیڈل برگ یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی۔ ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بن کر حیدر آباد واپس آئے اور واپسی پر عثمانیہ یونیورسٹی کالج کے پروفیسر اور صدر شعبۂ فلسفہ مقرر ہوئے۔

یورپ سے واپس آنے کے بعد خلیفہ صاحب نے اٹھارہ برس کا عرصہ علمی اور تعلیمی مشاغل میں صرف کیا۔ جو لوگ اس زمانے میں ان کے درس سے فیض یاب ہوئے اُن میں شامل ہونے کی عزت مجھے بھی حاصل ہوئی۔ بی۔ اے میں تاریخ فلسفہ کا بڑا حصہ میں نے خلیفہ صاحب سے پڑھا۔ اسی زمانے میں انہوں نے ویبر کی "تاریخ فلسفہ" کا اُردو ترجمہ کیا۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں ذریعۂ تعلیم اُردو تھا۔ اسی لیے خلیفہ صاحب کے لکچر اردو میں ہوتے تھے۔ لیکن اردو کی درسی کتاب میں نے کبھی اُن کے سامنے نہیں دیکھی۔ مجھے کانٹ پر ان کے لکچر خصوصیت سے یاد ہیں۔ THE CRITIQUE

OF PURE REASON کا اصل جرمن ایڈیشن ان کے سامنے پڑا رہتا تھا۔ جرمن عبارت کو وہ برجستہ اردو میں منتقل کرکے کانٹ کے مطلب کی تشریح کرتے تھے اور اس تشریح میں ایک خاص لطف یہ ہوتا تھا کہ خلیفہ صاحب نہ صرف کانٹ میں بلکہ خود اپنے آپ میں ڈوب کر بات کرتے تھے۔ رومی اور سعدی، حافظ، غالب اور اقبال کے بے شمار اشعار انہیں یاد تھے۔ کانٹ کے مابعد الطبیعی فلسفے کی شرح "در حدیث دیگراں" سن کر ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی تھی اور خود خلیفہ صاحب اس کیفیت میں سرشار نظر آتے تھے۔

سنہ ۱۹۴۳ء میں خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے حیدرآباد دکن سے عارضی رخصت لی اور عثمانیہ یونیورسٹی میں اپنی واپسی کا حق برقرار رکھ کر کشمیر چلے گئے۔ یہاں پہلے امر سنگھ کالج سری نگر کے پرنسپل اور پھر ریاست کے ناظم تعلیمات مقرر ہوئے۔ خلیفہ صاحب کا ارادہ کشمیر میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا تھا چنانچہ انہوں نے سری نگر میں نسیم باغ کے قریب اپنے لیے ایک مکان تعمیر کیا۔ لیکن جس طرح آبا و اجداد ہجرت کرکے لاہور پہنچے تھے اسی طرح خلیفہ صاحب نے بھی سنہ ۱۹۴۶ء میں کشمیر سے ہجرت کی اور دوبارہ حیدرآباد دکن آ گئے۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کے میر شعبۂ فنون (DEAN OF THE FACULTY OF ARTS) مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۹۴۹ء میں پاکستان چلے آئے۔

سنہ ۱۹۴۹ء سے سنہ ۵۹ء تک ان کی زندگی کا آخری اور شاید سب سے زیادہ گراں بہا دور ہے۔ انہوں نے لاہور میں ادارۂ ثقافت اسلامیہ قائم کیا اور اس ادارے کی تنظیم و ترقی میں کوشاں رہے۔ اس دوران میں ان کے قلم سے انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں نہایت بلند پایہ علمی و ادبی کتابیں نکلیں۔ ISLAMIC IDEOLOGY خصوصیت سے مقبول ہوئی۔ فکر اقبال اس خاص موضوع پر ہمیشہ مستند کتاب مانی جائے گی۔ افکار غالب نے غالب کے مضامین کی شرح ایک نئی طرز پر کی۔ حکمت رومی مولانائے روم کے افکار و نظریات کی بڑی دلکش اور حکیمانہ تشریح ہے۔ خلیفہ صاحب نے ولیم جیمز کی VARIETIES OF RELIGIOUS EXPERIENCE کا شستہ ترجمہ بھی بڑی محنت سے مکمل کرکے شائع کیا۔

عالم فکر و تحریر کی ان کاوشوں کے ساتھ دینی، عملی اور قومی خدمت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ فقہی مسائل پر حکومت کی طرف سے جو کمیشن مقرر ہوتے رہے خلیفہ عبدالحکیم صاحب اپنے تفقہ، تحکیم اور وسیع النظری کی بنا پر ان میں شامل کیے جاتے رہے اور مفید خدمات انجام دیتے رہے۔ ثقافتی خطبات دینے کے لیے امریکہ بھیجے گئے اور کامیاب واپس آئے۔ اس عرصے میں وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کے عہدے کی پیشکش دو تین مرتبہ ہوئی۔ لیکن اپنے علمی مشاغل کے ساتھ اس منصب کے فرائض کو ہم آہنگ کرنا خلیفہ صاحب کو مشکل نظر آیا۔ سنہ ۱۹۵۷ء کے کانووکیشن میں یونیورسٹی نے انہیں ایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری دی اور حقیقت یہ ہے کہ اس طرح خود اپنا وقار بڑھایا۔

خلیفہ عبدالحکیم صاحب بطور ایک عالم کے وسعتِ مشرب کے لیے اپنی مثال آپ تھے۔ دین اسلام سے دلی محبت رکھنے کے باوجود دوسرے مذاہب کی خوبیوں کے منکر نہ تھے۔ سچے پاکستانی تھے مگر دنیا کے تمام ممالک کے لیے ہمدردانہ جذبہ رکھتے تھے۔ اُن کی انسان دوستی اور سلامت طبع کا یہ عالم تھا کہ کٹر ملائیت اور حد سے بڑھی ہوئی مغرب پسندی دونوں کبھی کبھی ان کے مسلک پر ناک بھوں چڑھاتی تھیں۔ لیکن وہ ایک آفاقی شخصیت تھے، جسے ان جھگڑوں سے سروکار نہ تھا۔

درویش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی

خلیفہ صاحب کی ہمہ دانی، ہمہ گیری، ہمہ شناسی کے سامنے ان کی ذاتی محبت و شفقت کبھی ماند نہ پڑی۔ اتنی گہری علمیت کے ساتھ اتنی شفقت شاذونادر جمع ہوتی ہے۔ بہت کم لوگوں نے ان کو غصے کی حالت میں دیکھا۔ ان کا تبسم ان کی فطرت کا ایک بنیادی رنگ تھا اور ان کی خوش مزاجی سے بعض دفعہ لوگ گھبرا اٹھتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ صاحب کو انسان دوستی اور خیرسگالی کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ملا تھا جسے وہ بڑے اسراف سے لٹاتے تھے لیکن اس میں پھر بھی کمی نہ آتی تھی۔

الٰہیاتِ رومی (انگریزی)

مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

اس بیش بہا تصنیف میں رومی کے افکار و تصورات کی تشریح کی گئی ہے جو الٰہیاتِ اسلامی کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب عالم مادی، عالم روحانی، تخلیق، ارتقا، عشق، مشیت، انسانِ کامل، فنا و بقا، وجودِ باری تعالیٰ، وحدتِ وجود اور وحدتِ شہود جیسے اہم ابواب پر مشتمل ہے۔

قیمت ۳ روپے ۱۲ آنے

ملنے کا پتہ: سیکریٹری ادارہ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور